اِزالۃ الاوہام

جلد ۲

متکلمِ اسلام، محقق مذاہب عالم، مجاہدِ حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ردِ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ/۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی ونقلی، مکمل ومدلل، جامع ومسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔



تالیف

متکلمِ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ

اُردو ترجمہ وتقدیم شرح وتحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دار العلوم کراچی

اِزالۃ الاوہام

جلد ۲

متکلمِ اسلام، محققِ مذاہبِ عالم، مجاہدِ حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی ردِ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو مصنف نے ۱۲۶۹ھ/۱۸۴۹ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی، تحقیقی، عقلی ونقلی، مکمل ومدلل، جامع ومسکت جوابات دیئے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

تالیف

فخرِ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و تقدیم شرح و تحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دارالعلوم کراچی

فہرست مضامین

جلد دوم

فصلِ اول

فصلِ دوم

فصل دوم (از باب دوم)

نصاریٰ کے دلائل پر ایک نظر

اس فصل میں عہدِ جدید انجیل کی وہ آیات جن سے الوہیت مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا جاتا ہے انکے ابطال کا بیان ہے۔ یہ امر مخفی نہ رہے کہ عقیدۂ الوہیت مسیح علیہ السلام پر مسیحی حضرات کے تمام دلائل نقلی وسمعی ہیں کیونکہ عقل تو ہزار بار ایسے عقائدِ فاسدہ سے اظہار برأت کرتی ہے بلکہ خود مسیحی علماء کا اعتراف اس پر شاہد ہے کہ اس عقیدہ کے اثبات پر کوئی عقلی دلیل نہیں ہے جیسا کہ مقدمہ باب کی تیرہویں بات کے تحت معلوم ہو چکا۔ الوہیت مسیح علیہ السلام پر ان حضرات کے تمام دلائل نقلیہ کا اجمالی جواب بر سبیلِ تسلیم یہ ہے کہ یہ تمام دلائل ان صریح اور قطعی نصوص کے معارض ہیں جو آنجناب علیہ السلام کے انسان ہونے پر، اکے لوازمِ بشریہ سے متصف ہونے پر اور الوہیت کے منافی امور پائے جانے پر دلالت کرتی ہیں جو اس باب کی فصل اول میں گذری ہیں۔ لہٰذا مقدمہ کے قاعدہ نمبر ۱۰ کے تحت یہ دونوں

(بقیہ حاشیہ) اس نے جواب دیا مائی ڈیئر فادر! آپ نے جو کچھ سکھایا میں نے خوب اچھی طرح یاد کیا اور خداوند یسوع مسیح کی مہربانی سے پوری طرح سمجھ گیا ہوں۔ تثلیث یہ ہے کہ ایک تین اور تین ایک۔ ان میں سے ایک کو سولی دے دی گئی وہ مر گیا اور بوجہ اتحاد سب کے سب مر گئے لہٰذا اب کوئی خدا باقی نہیں رہا ورنہ تینوں میں اتحاد کی نفی لازم آئے گی۔ ان جواب دینے والوں کو جہالت و نافہمی کا الزام دینا ٹھیک نہیں کیونکہ بڑے بڑے دانشوروں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی حیران ہوکر اقرار کرتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ کوئی عقیدہ ہے ہی نہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی نے اپنی امت کو ایسی کوئی تعلیم نہیں دی۔ یہ تو ایک خلاف عقل مفروضہ ہے بے حقیقت خواب ہے بے معنی فلسفہ ہے اور بس!

قسم کے دلائل درجہ اعتبار سے ساقط ہو جائینگے یا انکے درمیان اس طرح تطبیق دی جائیگی کہ کوئی خلاف واقع بات یا امر محال لازم نہ آئے۔ یاد رہے کہ یہ تطبیق دینا کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں اوصاف انسانی اور اوصاف الوہیت دونوں علی وجہ الکمال موجود ہیں یہ تو بالکل صریح البطلان ہے جیسا کہ قریب ہی مقدمہ باب میں معلوم ہو چکا۔ اب آپ انکے ہر استدلال کا بالترتیب تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی دلیل اور اُسکا بطلان

انکا کہنا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا انکے خدا ہونے کی دلیل ہے یہ تو بالکل لچر اور بے ہودہ بات ہے کیونکہ جناب آدم علیہ السلام اور تمام فرشتے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو یہ سب بغیر ماں باپ پیدا ہونے کے وصف میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی فائق ہوئے اسی طرح "ملکِ صدق" جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا کاہن تھا جسکی عمر کا آغاز و اختتام نہ تھا پولوس اسکو خدا کے بیٹے کے مشابہ اور ابدی کاہن قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں "اور یہ ملکِ صدق سالم کا بادشاہ خدا تعالیٰ کا کاہن ہمیشہ کاہن رہتا ہے جب ابراہام بادشاہوں کو قتل کر کے واپس آتا تھا تو اسی نے اسکا استقبال کیا اور اسکے لئے برکت چاہی اسی کو ابراہام نے سب چیزوں کی دہ یکی دی۔ یہ اول تو اپنے نام کے معنی کے موافق راستبازی کا بادشاہ ہے اور پھر سالم یعنی صلح کا بادشاہ۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے نہ اسکی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔ پس غور کرو کہ یہ کیسا بزرگ تھا جسکو قوم کے بزرگ ابراہام نے لوٹ کے عمدہ سے عمدہ مال کی دہ یکی دی"

(عبرانیوں کے نام خط باب ۷ آیت ۱)

پس آیت ۳ سے اسکا بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا' اسکی عمر کی ابتداء و انتہا کا نہ ہونا'

اسکا خدا کے بیٹے کے مشابہ ہونا اور ابدی کاہن ہونا معلوم ہوا اور آیت ۴ سے اسکی عظمتِ شان معلوم ہوتی ہے اور بغیر ماں کے پیدا ہونے میں اور عمر کا آغاز واختتام نہ ہونے میں اسکو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ حضرت مریم سے پیدا ہوئے ۳۳ سال عمر پائی آخر کار مصلوب ہوکر وفات پائی اور اگر بعد از موت آنجناب علیہ السلام کی حیات کا اعتقاد بھی کرلیا جائے تو اس صورت میں بھی اگرچہ اختتام کے اعتبار سے مساوات تو ہے تاہم آغاز کے اعتبار سے پھر بھی ملکِ صدق کو تفوق حاصل ہے۔

دوسری دلیل اور اُسکی تردید

دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام اور حواریوں کے کلام میں کہیں کہیں آنجناب پر "ابن خدا" کا اطلاق ہوا ہے مثلاً متی باب ۳ آیت ۱۷ میں ہے "اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں" ایک مرتبہ آنجناب علیہ السلام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایلیاہ ظاہر ہوکر کلام فرمارہے تھے تو اس بارے میں متی باب ۱۷ آیت ۵ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اس طرح مذکور ہے "وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ دیکھو ایک نورانی بادل نے ان پر سایہ کرلیا اور دیکھو اس بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں اسکی سنو" ایک موقعہ پر آنجناب علیہ السلام کا حواریوں سے اس طرح خطاب ہے "اس نے ان سے کہا مگر تم مجھے کیا کہتے ہو؟ شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے یسوع نے جواب میں اس سے کہا مبارک ہے تو شمعون بریوناہ کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے" (متی باب ۱۶ آیت ۱۵) اسی طرح آنجناب علیہ السلام کا ایک اندھے سے اس طرح مکالمہ مذکور ہے "یسوع نے سنا کہ انہوں نے اسے باہر نکال دیا اور جب اس سے

ملا تو کہا کیا تو خدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا اے خداوند وہ کون ہے کہ میں اس پر ایمان لاؤں؟ یسوع نے اس سے کہا تو نے تو اسے دیکھا ہے اور جو تجھ سے باتیں کرتا ہے وہی ہے" (یوحنا باب ۹ آیت ۳۵)

ان عبارات سے واضح ہے کہ دوبار آسمان سے آنجناب علیہ السلام کے متعلق آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ اور جب پطرس حواری نے آنجناب علیہ السلام پر "بیٹے" کا اطلاق کیا تو آپ نے منع نہیں فرمایا بلکہ پسند کیا اور تعریف فرمائی اور اندھے سے بات کرتے ہوئے تو خود انہوں نے اپنے اوپر بیٹے کا اطلاق کیا ہے۔ اسی طرح حواریوں کے کلام اور دیگر کئی جگہوں پر بھی لفظ "ابن" کا اطلاق ہوا ہے اور یوحنا کے کلام میں بھی کئی جگہوں میں آنجناب علیہ السلام پر "اکلوتا بیٹا" کا اطلاق ہوا ہے۔ اب جب خدا تعالیٰ واحد حقیقی ہے تو مسیح علیہ السلام بھی عین خدا ہوئے۔

جواب

اگرچہ ان لوگوں کے حسب زعم تو یہ برھان قاطع ہے لیکن حقیقت میں بہت ہی کمزور ہے کیونکہ پہلی بات یہ ہے کہ یہ عبارات ان تمام حوالوں کے معارض ہیں جن میں آنجناب علیہ السلام نے اپنی ذات پر کئی مرتبہ "ابن آدم" کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ باب ھذا کی فصل اول دلیل دوم کے تحت گذرا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کتب سماویہ میں مجاز کا استعمال بہت ہی زیادہ ہے جیسا کہ باب ھذا کے مقدمہ میں تیسری بات تا چھٹی بات تک اس بارے میں مکمل تشریحی نوٹ آچکے ہیں۔ بالخصوص ابن وغیرہ جیسے الفاظ میں تو مجاز کا استعمال بنسبت دیگر الفاظ کے اور بھی زیادہ ہے حتیٰ کہ مسیحی علماء کو بھی اس سے انکار نہیں ہے تاہم ہم اپنے اسلوب کے موافق ناظرین کی سہولت کیلئے چند مثالیں حوالہ قلم کرتے ہیں۔

بائبل میں لفظِ ''بیٹا'' کا استعمال

(۱) خروج باب ۴ آیت ۲۲ میں اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح ارشاد ہے ''اور تو فرعون سے یوں کہنا کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا پہلوٹھا بیٹا ہے۔ سو میں تجھ سے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تا کہ وہ میری بندگی کرے اور اگر اسے نہیں جانے دیتا تو دیکھ میں تیرے پہلوٹھے بیٹے کو مار ڈالوں گا''

یہاں اسرائیل پر دو جگہ ''بیٹے'' کا اور ایک جگہ ''پہلوٹھے'' کا اطلاق ہوا ہے۔

(۲) زبور ۸۹ آیت ۱۹۔۲۶ میں حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس وقت تو نے رویا میں اپنے مقدسوں سے کلام کیا اور فرمایا کہ میں نے ایک زبردست کو مددگار بنایا ہے اور قوم میں سے ایک کو چن کر سرفراز کیا ہے۔ میرا بندہ داؤد مجھے مل گیا اور اپنے مقدس تیل سے میں نے اسے مسح کیا ہے......... وہ مجھے پکار کر کہے گا تو میرا باپ میرا خدا اور میری نجات کی چٹان ہے اور میں اسکو اپنا پہلوٹھا بناؤں گا اور دنیا کا شاہنشاہ''

یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں برگزیدہ از قوم 'مسیح' بندہ کے علاوہ پہلوٹھا بیٹا اور شاہنشاہ کا خطاب بارگاہ خداوندی سے عنایت ہوا ہے۔

(۳) یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۹، ۲۰ میں ہے ''میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے......... کیا افرائیم میرا پیارا بیٹا ہے؟ کیا وہ پسندیدہ فرزند ہے؟ کیونکہ جب میں اسکے خلاف کچھ کہتا ہوں تو اسے جی جان سے یاد کرتا ہوں۔ اس لئے میرا دل اسکے لئے بیتاب ہے میں یقیناً اس پر رحمت کرونگا خداوند فرماتا ہے'' انتہیٰ

اس قول میں اللہ تعالیٰ افرائیم کو اپنا پہلوٹھا بیٹا، عزیز و پسندیدہ فرزند قرار دیکر اس

کے حق میں رحمت وشفقت کے کلمات ارشاد فرماتے ہیں اور اسرائیل کی نسبت سے اپنے آپکو "باپ" سے تعبیر فرمایا۔ اب اگر ابن اللہ وغیرہ جیسے الفاظ کا اطلاق مستلزم الوہیت ہو تو اسرائیل، داؤد اور افرائیم جناب مسیح علیہ السلام سے مقدم اور زائد طور پر مستحق الوہیت ہیں۔

(۴) لوقا نے اپنی انجیل باب ۳ آیت ۳۷ میں حضرت آدم علیہ السلام کو "خدا کا بیٹا" لکھا ہے۔ واقعی لوقا نے انصاف سے کام لیا ہے کیونکہ متی اپنی عبارت کے موافق مسیح علیہ السلام کو جو بغیر باپ کے ماں سے پیدا ہوئے انکو "یوسف کا بیٹا" لکھتا ہے اور آدم جو بغیر ماں باپ پیدا ہونے کے وصف میں مسیح علیہ السلام سے فائق ہیں انکو "خدا کا بیٹا" لکھتا ہے۔

(۵) جب حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے گھر بنانے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ناتن نبی کے ذریعے حضرت داؤد علیہ السلام کو یوں ارشاد فرمایا "اور جب تیرے دن پورے ہو جائیں گے اور تو اپنے باپ دادا کیساتھ سو جائیگا تو میں تیرے بعد تیری نسل کو جو تیرے صلب سے ہوگی کھڑا کر کے اسکی سلطنت کو قائم کرونگا۔ وہی میرے نام کا ایک گھر بنائے گا اور میں اسکی سلطنت کا تخت ہمیشہ کیلئے قائم کرونگا اور میں اسکا باپ ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہوگا" انتہی بعبارت سموئیل دوم باب ۷ آیت ۱۲ نیز تواریخ اول باب ۱۷ آیت ۱۲، باب ۲۲ آیت ۹، ۱۰، باب ۲۸ آیت ۶ میں بھی یہی عبارت ہے۔

اس قول میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر "بیٹے" کا اور اپنی ذات پر "باپ" کا لفظ اطلاق کیا ہے۔ جب آدم وسلیمان علیہما السلام جناب مسیح علیہ السلام سے پہلے گذرے ہیں اور انکے آباؤ واجداد میں سے ہیں اگر بیٹا کہہ دینے سے الوہیت کا استحقاق ہو جاتا ہے تو یہ دونوں بزرگ جناب مسیح علیہ السلام سے پہلے اس اعزاز کے مستحق ہیں۔

(۶) پیدائش باب ۶ آیت ۱ تا ۴ میں ہے "جب روئے زمین پر آدمی بہت بڑھنے لگے اور انکے بیٹیاں پیدا ہوئیں تو خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت

ہیں اور جنکو انہوں نے چنا ان سے بیاہ کر لیا.......ان دنوں زمین پر جبار تھے اور بعد میں جب خدا کے بیٹے انسان کی بیٹیوں کے پاس گئے تو ان کیلئے ان سے اولاد ہوئی یہی قدیم زمانہ کے سورما ہیں جو بڑے نامور ہوئے ہیں"

(۷) استثناء باب ۱۴ آیت ۱ میں ہے "تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو تم مُردوں کے سبب سے اپنے آپ کو زخمی نہ کرنا اور نہ اپنے ابرو کے بال منڈوانا"

دیکھئے! پیدائش کے حوالے کے مطابق قدیم زمانہ کے نامور سورماؤں کے آباء پر "بیٹوں" کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے اور استثناء میں تمام بنی اسرائیل پر "خدا کے بیٹے" کا لفظ آیا ہے۔

(۸) استثناء باب ۳۲ میں ایک جگہ بنی اسرائیل کا غیر اللہ کی عبادت کے حوالے سے نافرمانیوں کا ذکر کرنے کے بعد اس طرح مذکور ہے "خداوند نے یہ دیکھ کر ان سے نفرت کی کیونکہ اسکے بیٹوں اور بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا" (استثناء باب ۳۲ آیت ۱۹)

(۹) ایک جگہ یوں ارشاد ہے "جب صبح کے ستارے مل کر گاتے تھے اور خدا کے سب بیٹے خوشی سے للکارتے تھے" (ایوب باب ۳۸ آیت ۷)

ہندی مترجم اس موقعہ پر "خدا کے بیٹوں" کی جگہ "خدا کے انبیاء" لکھتا ہے۔

(۱۰) ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی توصیف کرتے ہوئے اس طرح مذکور ہے "خدا اپنے مقدس مکان میں یتیموں کا باپ اور بیواؤں کا دادرس ہے" (زبور ۶۸ آیت ۵)

(۱۱) یسعیاہ باب ۱ آیت ۲ میں ہے "سن اے آسمان اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے لڑکوں کو پالا اور پوسا پر انہوں نے مجھ سے سرکشی کی"

(۱۲) یسعیاہ باب ۳۰ آیت ۱ میں ہے "خداوند فرماتا ہے ان باغی لڑکوں پر افسوس جو

ایسی تدبیر کرتے ہیں جو میری طرف سے نہیں"

(۱۳) یسعیاہ باب ۶۳ آیت ۷، ۸، ۱۶ میں ہے "میں خداوند کی شفقت کا ذکر کروں گا خداوند ہی کی ستائش کا اس سب کے مطابق جو خداوند نے ہم کو عنایت کیا ہے اور اس بڑی مہربانی کا جو اس نے اسرائیل کے گھرانے پر اپنی خاص رحمت اور فراوان شفقت کے مطابق ظاہر کی ہے۔ کیونکہ اس نے فرمایا یقیناً وہ میرے ہی لوگ ہیں ایسی اولاد جو بے وفائی نہ کریگی چنانچہ وہ انکا بچانے والا ہوا" .... یقیناً تو ہمارا باپ ہے اگرچہ ابرہام ہم سے ناواقف ہو اور اسرائیل ہم کو نہ پہچانے۔ تو اے خداوند ہمارا باپ اور فدیہ دینے والا ہے تیرا نام ازل سے یہی ہے"

(۱۴) یسعیاہ باب ۶۴ آیت ۸ میں ہے "تو بھی اے خداوند! تو ہمارا باپ ہے ہم مٹی ہیں اور تو ہمارا کمہار ہے اور ہم سب کے سب تیری دستکاری ہیں"

(۱۵) ہوسیع باب ۱ آیت ۱۰ میں ہے "تو بھی بنی اسرائیل دریا کی ریت کی مانند بے شمار و بے قیاس ہونگے اور جہاں ان سے یہ کہا جاتا تھا کہ تم میرے لوگ نہیں ہو زندہ خدا کے فرزند کہلا ئینگے"

(۱۶) حواریوں سے خطاب کرتے ہوئے جناب مسیح علیہ السلام کے اقوال میں بھی اس طرح کے الفاظ مثلاً تمہارا باپ وغیرہ آئے ہیں جن سے مراد خدا تعالیٰ ہے جیسا کہ اناجیل اربعہ کے ناظرین سے مخفی نہیں ہے اور انکی کچھ مثالیں تو اسی باب کے مقدمہ چوتھی بات کے ذیل میں گذری بھی ہیں۔

(۱۷) متی باب ۵ آیت ۹ میں ہے "مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے" اسی باب کی آیت ۴۴ میں ہے "لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں

سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کیلئے دعا کرو تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے"

(۱۸) یوحنا باب ا آیت ۱۲ میں ہے "لیکن جتنوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی انہیں جو اسکے نام پر ایمان لاتے ہیں وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادے سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے"

(۱۹) یوحنا کا پہلا عام خط باب ۳ آیت ۱،۱۰ میں ہے "دیکھو باپ نے ہم سے کیسی محبت کی ہے کہ ہم خدا کے فرزند کہلائے اور ہم ہیں بھی۔ دنیا ہمیں اس لیے نہیں جانتی کہ اس نے اسے بھی نہیں جانا۔ عزیزو! ہم اس وقت خدا کے فرزند ہیں اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہونگے الخ .... جو شخص گناہ کرتا ہے وہ ابلیس سے ہے کیونکہ ابلیس شروع ہی سے گناہ کرتا رہا ہے۔ خدا کا بیٹا اسی لئے ظاہر ہوا تھا کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے وہ گناہ نہیں کرتا کیونکہ اسکا تخم اسمیں بنا رہتا ہے بلکہ وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔ اسی سے خدا کے فرزند اور ابلیس کے فرزند ظاہر ہوتے ہیں جو کوئی راستبازی کے کام نہیں کرتا وہ خدا سے نہیں اور وہ بھی نہیں جو اپنے بھائی سے محبت نہیں رکھتا"

(۲۰) یوحنا کا پہلا عام خط باب ۴ آیت ۷ کے ذیل میں ہے "جو کوئی محبت رکھتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے اور خدا کو جانتا ہے"

(۲۲) اسی خط کے باب ۵ آیت ۱، ۲، ۱۸ میں ہے "جسکا یہ ایمان ہے کہ یسوع ہی مسیح ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے .... جب ہم خدا سے محبت رکھتے اور اسکے حکموں پر عمل کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کے فرزندوں سے بھی محبت رکھتے ہیں .... ہم جانتے ہیں کہ جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے وہ گناہ نہیں کرتا بلکہ اسکی حفاظت وہ کرتا ہے جو خدا

سے پیدا ہوا اور وہ شریر اسے چھونے نہیں پاتا‘‘ انتہی ملخصاً

(۲۳) پولوس کا رومیوں کے نام خط باب ۸ آیت ۱۴ میں ہے ’’اس لئے کہ جتنے خدا کی روح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں‘‘

(۲۴) فلپیوں کے نام خط باب ۲ آیت ۱۴ میں ہے ’’سب کام شکایت اور تکرار بغیر کیا کرو تا کہ تم بے عیب اور بھولے ہو کر ٹیڑھے اور کجرو لوگوں میں خدا کے بے نقص فرزند بنے رہو‘‘

تجزیہ مصنفؒ

پس جناب مسیح علیہ السلام صلح کرنے والوں اور اپنے دشمنوں سے احسان کرنے والوں کو خدا کے بیٹے قرار دے رہے ہیں، یوحنا حواری جناب مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو خدا کے بیٹے فرمارہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ وہ خون سے یا جسم کی خواہش سے یا انسان کے ارادے سے نہیں بلکہ خدائے رحمان سے پیدا ہوئے ہیں اسی طرح وہ خود کو اور تمام مسیحیوں کو خدا کے بیٹے اور معصوم بتا رہے ہیں اسی طرح وہ محبت رکھنے والے کو خدا کا متولد اور فرزند جبکہ گناہ گار کو شیطان کا متولد اور فرزند قرار دے رہے ہیں۔ پولوس نیکوں کو خدا کے بیٹے اور خالص فرزند بتاتے ہیں لہٰذا ان عبارات کے مطابق تو لازم آتا ہے کہ بے شمار خداؤں کا اعتقاد کر لیا جائے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہ رکھی جائے۔

لفظ اب، ابن وغیرہ کا صحیح معنی

حالانکہ اس طرح کے الفاظ مثلاً اب، ابن وغیرہ میں تحقیقی اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ اصل قاعدہ تو یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے لفظ کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے ہاں اگر حقیقی

معنی پر محمول کرنے کی صورت میں کوئی مانع پیش آئے تو اس صورت میں مقام اور قرینہ کا لحاظ کرتے ہوئے مجازی معنی مراد لیا جائے گا۔ دنیا کی تمام لغات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ ابن، فرزند (Son) حقیقی معنی کے اعتبار سے اسکو کہتے ہیں جو ماں باپ کے نطفہ سے رحم مادر میں قرار پائے پھر فطری طریقے پر پیدا ہو۔ اس بات پر اہل اسلام کیساتھ ساتھ مسیحی حضرات کا بھی اتفاق ہے کہ اس معنی حقیقی کے اعتبار سے اللہ تعالی کو کسی کا "باپ" کہنا یا کسی کو اللہ تعالی کا "بیٹا" کہنا یا کسی کو اللہ تعالی کی "بیوی" قرار دینا صریح کفر ہے۔ مسیحی اقوام کے مذہبی رسائل میں اسکی تصریحات موجود ہیں۔ اب جب لفظ ابن اللہ وغیرہ کا حقیقی معنی کے اعتبار سے کسی پر اطلاق کرنا صحیح نہیں ہے تو لامحالہ مجازی معنی مراد لینا چاہیئے۔ کتب سماویہ کے محاورہ اور اسلوب کے مطابق لفظ ابن وغیرہ کبھی کبھی مجازی طور پر عزیز' پیارا' مستحق شفقت' لائق تربیت کے معنی میں آتا ہے۔ اسی طرح لفظ اب وغیرہ مجازی طور پر مہربان' مربی' وغیرہ کے معنی میں آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی معنی کے اعتبار سے اسرائیل' افرائیم اور داؤد پر پہلوٹھا کا اطلاق ہوا۔ اسی طرح اسرائیل' افرائیم ،سلیمان پر بیٹے کا بلکہ تمام بنی اسرائیل کے حق میں بیٹوں کا اطلاق کتاب یسعیاہ اور ہوسیع میں ہوا ہے۔ اسی طرح مذکورہ لوگوں کے حوالے سے اللہ تعالی پر "اب" کا اطلاق اور زبور ۶۸ کے مطابق یتیموں کے حوالے سے خدا تعالی کے حق میں باپ کا اطلاق اسی معنی میں کیا جا سکتا ہے۔ اسی معنی مجازی کا لحاظ کرتے ہوئے حکام وسلاطین کی نسبت سے رعایا کو بیٹوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی مجازاً ایسے شخص پر بھی اس لفظ ابن اللہ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جسکو مخلوق میں اپنی نوع کے افراد میں سے ذات باری تعالی کیساتھ ایک زائد، خاص نسبت اور تعلق ہو جیسا کہ لوقا کے کلام میں نسب نامہ، مسیح علیہ السلام کے بیان کے ذیل میں حضرت آدم علیہ السلام پر "خدا کے بیٹے" کا اطلاق ہوا ہے کیونکہ انکو بنی نوع انسانی میں بغیر ماں باپ کے پیدا ہونے میں ایک زائد

خصوصیت حاصل ہے۔ اب اگر مسیحی حضرات بھی محاورہ اوّل یا سوم (۱) کے اعتبار سے لفظ ابن یا اب کا اطلاق جناب مسیح علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ پر کرلیں تو اسکی گنجائش ہے۔ کبھی کبھی اس لفظ ابن وغیرہ کا اطلاق مجازی طور پر اس شخص پر کردیا جاتا ہے جو کسی کا تابع فرمان ہو اور اسکے متبوع آقا پر لفظ اب کا اطلاق ہوجاتا ہے پھر لفظ ابن وغیرہ کو اس متبوع آقا کی جانب مضاف کردیا جاتا ہے۔ اب اگر لفظ ابن کا متبوع و مضاف الیہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہوں تو اس جگہ لفظ ابن تابع کے حق میں تو صالح و برگزیدہ نیکوکار وغیرہ کے معنی میں ہوجائے گا اور متبوع کے حق میں لفظ اب کو بھی اسی کے مناسب معنی آقا، حاکم، سلطان، مالک وغیرہ پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ جناب مسیح علیہ السلام یوحنا اور پولوس وغیرہم کے اقوال میں صلح کرنے والوں، احسان کرنے والوں، محبت رکھنے والوں، نیکوکاروں وغیرہ پر ابن اللہ کا اطلاق ہوا ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ ہندی مترجم نے ایوب باب ۳۸ آیت ۷ میں "فرزندان خدا" کا ترجمہ "انبیاءُ اللہ" سے کیا ہے اور بعض عربی مترجمین نے استثناء باب ۱۴ آیت ۱ میں "تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو" کا ترجمہ "اذانتم اولیاء اللّٰہ ربکم" سے کیا ہے اور اگر لفظ ابن کا متبوع "مضاف الیہ شیطان یا اسکے گروہ" ہوں تو اس جگہ پر یہ لفظ تابع کے حق میں شریر فاسق وغیرہ کے معنی میں ہوگا اور متبوع کے حق میں لفظ "اب" مضل اور مغوی یعنی گمراہ کرنے والا، بھٹکانے والا وغیرہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے چنانچہ یوحنا کے پہلے خط باب ۳ آیت ۸، ۱۰ میں گناہ گار، کا غیر راستباز، محبت نہ رکھنے والوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ

---

(۱) محاورہ اوّل کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام پر "خدا کے بیٹے" کا اطلاق اس معنی میں کریں کہ وہ خدا کے محبوب، پیارے اور بندوں میں سے خاص مستحق شفقت ہیں تو اسکی گنجائش ہے۔ محاورہ سوم کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام پر "خدا کے بیٹے" کا اطلاق اس معنی میں کریں کہ انکو نوع انسانی میں ایک خصوصیت حاصل ہے اور اس خصوصیت کے حوالے سے وہ ذات باری تعالیٰ کی قدرت خاصہ کا مظہر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے انکو پیدا فرمایا تو اس معنی کے لحاظ سے بھی بیٹے کے لفظ کا اطلاق کرنے کی گنجائش ہے۔

''شیطان سے ہیں'' لہٰذا یہ لوگ شیطان کے بیٹے کہلائے۔ اور اسی قبیل سے جناب مسیح علیہ السلام کا وہ قول ہے جس میں انہوں نے یہود کو عتاب کرتے ہوئے کہا ہے ''تم اپنے باپ ابلیس سے ہو اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو وہ شروع ہی سے خونی ہے اور سچائی پر قائم نہیں رہا کیونکہ اس میں سچائی ہے نہیں۔ جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو اپنی ہی سی کہتا ہے کیونکہ وہ جھوٹا ہے بلکہ جھوٹ کا باپ ہے'' (یوحنا باب ۸ آیت ۴۴)

غور فرمایئے! اسی معنی کے اعتبار سے جناب مسیح علیہ السلام فساق وفجار یہود کو جو ابلیس کے نقش قدم پر چل رہے تھے ''ابلیس کے بیٹے'' قرار دے رہے ہیں ورنہ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ وہ شیطان لعین کی اولاد نہیں بلکہ آدم و یعقوب علیہما السلام کے بیٹے ہیں۔

لفظِ ابن، اب وغیرہ کا ایک اور استعمال

(۱) کبھی کبھی ایک گونہ مناسبت اور ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ ادنیٰ تعلق کی وجہ سے اب ابن وغیرہ کا اطلاق ہو جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت میں شیطان کے متعلق کہا گیا کہ وہ ''جھوٹ کا باپ'' ہے۔

(۲) متی باب ۲۳ آیت ۱۵ میں ہے ''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ ایک مرید کرنے کیلئے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو۔

(۳) متی باب ۲۳ آیت ۳۷ میں ہے ''اے یروشلیم! اے یروشلیم! تو جو نبیوں کو قتل کرتی اور جو تیرے پاس بھیجے گئے انکو سنگسار کرتی ہے! کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں مگر تم نے نہ چاہا!

(۴) لوقا باب ۲۰ آیت ۳۵ میں ہے ''لیکن جو لوگ اس لائق ٹھہریں گے کہ اس جہان کو حاصل کریں اور مُردوں میں سے جی اٹھیں ان میں بیاہ شادی نہ ہوگی کیونکہ وہ پھر مرنے کے بھی نہیں اس لئے کہ فرشتوں کے برابر ہوں گے اور قیامت کے فرزند ہو کر خدا کے بھی فرزند ہوں گے۔

(۵) تھسلنیکیوں کے نام پولوس رسول کا پہلا خط باب ۵ آیت ۵ میں ہے'' کیونکہ تم سب نور کے فرزند اور دن کے فرزند ہو ہم نہ رات کے ہیں نہ تاریکی کے''

ان عبارت میں غور فرمایئے کس طرح ایک ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے شیطان کو جھوٹ کا باپ کہا گیا ہے۔ فقیہ اور فریسیوں کو جہنم کا فرزند کہا گیا ہے اسی طرح یروشلیم کے بیٹے' قیامت کے فرزند' نور کے فرزند اور دن کے بیٹے کا اطلاق کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام پر لفظِ ''ابن'' کا اطلاق

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں لفظِ ابن کا جو اطلاق ہوا ہے یا تو اسے ''عزیز' پیارا'' کے معنی میں لے لیا جائے جیسا کہ افرائیم' اسرائیل' داؤد علیہ السلام اور دیگر لوگوں پر ہوا ہے یا اس لفظ کو صالح وغیرہ کے معنی میں لے لیا جائے جیسا کہ صلح کرنے والے والوں کے حق میں اسی معنی کے اعتبار سے اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اسی موخر الذکر معنی کی تائید صحفِ اربعہ کی ان بعض عبارات سے ہوتی ہے جن میں جناب مسیح علیہ السلام پر ''خدا کے بیٹے'' کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے اور بعض نسخوں میں جناب مسیح علیہ السلام کے حق میں لفظ ''راستباز'' آیا ہے چنانچہ ایک فارسی نسخہ مطبوعہ ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء میں اس صوبہ دار کے متعلق جو جناب مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہوتے وقت موجود تھا اس طرح آیا ہے'' چوں آں یوزباشی کہ مقابل وی نزدیک وی ایستادہ بود و اودید کہ چناں فریاد برآوردہ روح را تسلیم نمود گفت بدرستی کہ ایں

مرد فرزند خدا بود"(۱) انتہی (مرقس ۱۵:۳۹) اسی عبارت کا عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۱ء اس طرح ہے:۔

فلما رای قائد المئة الذی کان قائما قدامه انه صارخا کذا اسلم الروح فقال حقا ان ہذا الانسان ہو ابن اللّٰہ۔(۲)

اور ہندی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۰ء مذکورہ دونوں ترجموں کے موافق ہے(۳) یہ واقعہ دوسری جگہ اس طرح مذکور ہے "پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا یہ ماجرا دیکھ کر صوبہ دار نے خدا کی تمجید کی اور کہا بے شک یہ آدمی راستباز تھا" (لوقا باب ۲۳ آیت ۴۶، ۴۷) یہاں بھی عربی ترجمہ اس طرح ہے:۔

ولما رأی قائد المئة ما کان فمجّد اللّٰه وقال حقا ان هذا الانسان صدّیق۔(۴)

اور ہندی ترجمہ میں لفظ صدیق کی جگہ "نیک کار" آیا ہے۔ غور فرمایئے! اس جگہ تینوں تراجم کے لحاظ سے مرقس "خدا کا بیٹا" کا لفظ اطلاق کرتا ہے ٹھیک اسی واقعہ کو بیان

(۱) موجودہ فارسی بائبل میں اس طرح ہے "و چون یوزباشی کہ مقابل وی ایستادہ بود دید کہ بدین طور صدا زدہ روح را سپرد گفت فی الواقع این مرد پسر خدا بود"

(۲) موجودہ عربی بائبل مطبوعہ لبنان میں اس طرح ہے "وکان قائد الحرس واقفاً تجاه الصليب فلما رأى كيف اسلم يسوع الروح قال بالحقيقة كان هذا الرجل ابن الله

(۳) موجودہ اردو بائبل میں اس طرح ہے "اور جو صوبہ دار اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے اسے یوں دم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا بے شک یہ آدمی خدا کا بیٹا تھا" (مرقس باب ۱۵ آیت ۳۹)

(۴) موجودہ عربی بائبل میں اس طرح ہے "فلما رأى قائد الحرس ما جرى مجد الله وقال بالحقيقة هذا الرجل كان صالحا"

کرتے ہوئے اسی جگہ پر لوقا کی عبارت میں تینوں تراجم کے لحاظ سے راستباز، صدیق نیکو کار کا لفظ آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ آنجناب علیہ السلام کے حق میں خدا کے بیٹے کا اطلاق راستباز، صدیق یا نیکو کار وغیرہ کے معنی میں آیا ہے اور بمطابق قاعدہ کلام اللّٰہ یُفسّر بعضہ بعضا (۱) کے تحت دیگر آیات میں بیٹے کے لفظ کو اسی معنی مجازی پر محمول کرنا چاہیے اور جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں اکلوتا بیٹا کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیٹے کو مجازی معنی میں نہ لیا جائے ورنہ تو ''پہلوٹھا وغیرہ'' کے الفاظ جو دیگر لوگوں کے حق میں آتے ہیں وہ معنی مجازی کا تقاضا نہ کریں گے (۲) کما لا یخفی ۔اسی طرح آنجناب علیہ السلام کا پطرس حواری کے کلام کو پسند فرما کر تعریف کرنے سے یہ کیسے لازم آجاتا ہے کہ وہاں ''بیٹا'' اپنے حقیقی معنی پر واقع ہے کیونکہ اس سے پہلے کلام میں اس طرح مذکور ہے'' جب یسوع قیصریہ فلپی کے علاقہ میں آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں اور بعض ایلیاہ اور بعض یرمیاہ و یا نبیوں میں سے کوئی'' الخ (۳) (متی باب ۱۶ آیت ۱۳) پس آنجناب علیہ السلام کا اپنے کلام میں'' ابن آدم'' کے الفاظ کا اضافہ کرنا صرف اس لئے ہے کہ وہ حاضرین کے ذہنوں میں اپنے انسان ہونے کو جاگزین کرنا چاہتے ہیں ورنہ صرف یہ کہہ دینا کافی تھا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں اور جناب مسیح علیہ السلام کا اس سوال سے اصل مقصود معتقدین اور غیر معتقد لوگوں کے خیال کو معلوم کرنا تھا چنانچہ حاضرین نے جواب دیا کہ دیگر لوگ آنجناب علیہ السلام کو مسیح موعود نہیں جانتے بلکہ بارگاہِ الٰہی کا ایک مقرب بندہ سمجھ کر تردد میں

(۱) مطلب یہ ہے کہ کلام الٰہی کا ایک حصہ دوسرے حصے کی توضیح و تفسیر کرتا ہے۔
(۲) بلکہ حقیقت پر محمول ہوں گے۔
(۳) یہی واقعہ مرقس باب ۸ آیت ۲۷ لوقا باب ۹ آیت ۲۰ میں بھی تغیرات کیساتھ مذکور ہے۔

ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یحییٰ ہے بعض کہتے ہیں ایلیاہ ہے اور بعض یرمیاہ سمجھتے ہیں اور بعض لوگ نبیوں میں سے کوئی نبی خیال کرتے ہیں۔ شمعون اور پطرس نے عرض کیا کہ ہم آنجناب علیہ السلام کو "مسیح" سمجھتے ہیں۔ چونکہ امر واقعی کا اظہار کیا لہٰذا آنجناب علیہ السلام نے انکی تعریف فرمائی کہ تم نے توفیق الٰہی سے معلوم کر لیا ورنہ تم جیسے لوگ میرے مسیح ہونے میں شک کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنجناب علیہ السلام نے پطرس کی اس بنا پر تعریف فرمائی کہ اس نے آپکے مسیح موعود ہونے کو پہچان لیا نہ اس وجہ سے کہ اس نے آنجناب علیہ السلام پر لفظ "ابن اللہ" کا اطلاق کیا۔ یہی وجہ ہے کہ پطرس حواری کے جواب کو مرقس کے باب ۸ آیت ۲۹ میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ "تو مسیح ہے" اور لوقا نے باب ۹ آیت ۲۰ میں اس جگہ پر "خدا کا مسیح" نقل کیا ہے اور "ابن اللہ" کا لفظ چھوڑ دیا ہے۔ اور اس معنی (۱) کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے مخاطبین کے ذہن میں اپنی بشریت کو ذہن نشین کرنے کیلئے بڑی وضاحت کیساتھ اپنے دکھ اٹھانے' مصلوب ہونے وغیرہ کی خبر دی یہ سب امور بشری لوازمات ہیں اور جب پطرس نے ان امور کو جناب مسیح علیہ السلام کے حق میں مستبعد جانا تو کہا کہ خدا آپ پر رحمت کرے اسی طرح کے حادثات آپ پر واقع نہ ہوں۔ پطرس کا یہ کہنا کہ خدا آپ پر رحمت کرے اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ پطرس آنجناب علیہ السلام کے انسان ہونے کے باوجود محض آپ کے بارگاہ ایزدی میں مقرب نبی ہونے کی وجہ سے ان امور کو آپ کے حق میں بعید از عقل سمجھا۔ چونکہ یہ خیال بھی پیغمبر کے قول کی تکذیب کا موجب تھا لہٰذا جناب مسیح علیہ السلام نے اس پر زجر فرمائی اور اس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تمھاری فطرت الہیاتی نہیں ہے جیسا کہ متی باب ۱۶ آیت ۲۱ میں پوری صراحت اور وضاحت ہے۔

(۱) یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا انسان ہونا اور بیٹے کا لفظ عزیز محبوب پیارے کے معنی میں مراد ہونا۔